فیصل احمد گوندل
استاد شعبہ اردو، گورنمنٹ انٹر کالج برشور، کوئٹہ

بلوچستان میں اقبال شناسی کی روایت

Faisal Ahmed Gondal
Department of Urdu, Govt Inter College Barshor, Quetta

The Tradition of Iqbal Studies in Balochistan

Balochistan, besides being the biggest province of Pakistan, has a very rich historical and cultural background. A number of regional languages like Balochi, Brahvi, Pashto, Darri and Persian are spoken; however Urdu is the lingua franca of the province. This article covers an important topic of literary research with regard to the impact of Iqbal's thought on the literature of Balochistan by going through various books and research thesis. The study reveals that the writers of Balochistan are greatly influenced by the philosophy of Iqbal and have creatively and passionately followed his line of thought. Though the local writers live far from the established literary circles of the country, yet their affiliation to and inspiration from Iqbal is discernible in their works. Moreover, the article throws ample light on the translations of Iqbal in the regional languages which afforded an opportunity to readers of the Province to study and appreciate him in their own languages.

خشک اور بنجر پہاڑوں کے طویل سلسلے اور انکے بیچوں بیچ کسی جنت گم گشتہ جیسی چھوٹی چھوٹی حسین و سرسبز وادیاں پہاڑی چشمے، جھرنے اور آبشار اور زیتوں و صنوبر کے سدا بہار درخت۔ خشک اور چٹیل میدان اور ان ہی کے بیچ صدیوں سے کبھی بہتے کبھی خشک پڑتے باراتی نالے اور دریا۔ تا حد نظر پھیلے ہوئے بگولے اُڑاتے صحرا اور ان میں میں نخلستان اور پھر ٹھاٹیں مارتا سمندر، پرشور ہوائیں اور گرم پانیوں کا طویل ساحل.. یہ ہے بلوچستان۔

کوہ و بیاباں کے اس منظر نامے میں آج بھی کہیں چلتی ہوئی پن چکی کی صدا پہاڑوں میں گونجتی سنائی دیتی ہے تو کہیں چند عورتیں میلوں دور سے پہانی کے مشکیزے اپنے شانوں پہ رکھے گھروں کو جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہیں۔ کہیں کوئی چرواہا اپنی بھیڑوں کو لئے پہاڑوں کی سمت رواں ہے۔ جو گاہے بگاہے ہر طرف پھیلی ہوئی خاموشی سے اکتا کر نغمہ سرا ہو جاتا ہے تو

کہیں کچھ مسافر اونٹوں پر بیٹھے اپنی منزل سر کر رہے ہیں جانے کب سے کب تک۔فطرت کی سختیاں جھیلتا ہوا یہ انسان ہی اقبالؒ کا ہیرو ہے جو کہتے ہیں کہ

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندہ صحرائی یا مرد کہستانی

اور

تنے پیدا کن از مشت غبارے
تنے محکم تراز سنگین حصارے
درونِ او دلِ درر آشنائے
چو جوئے در کنارے کو ہسارے

اقبال کے کلام میں فطرت سارے رنگوں کے ساتھ جلوہ گر نظر آتی ہے۔اونچے پہاڑ، وادی و بیاباں، صحرا و گلستان، آبشار، ندیاں، بادل، آسمان اور خاک و باد گویا کائنات کلام کرتی ہوئی محسوس ہوتی ہے اور ان ہی مظاہر میں سادہ طریقے سے زندگی کرتا، سخت کوش و جفاکش پر عزم اور مضبوط قوت ارادی کا مالک انسان اقبال کا بندۂ صحرائی یا مرد کہسانی ہے۔اس لئے علامہ اقبال عقاب یا شاہین کو پسند کرتے ہیں جو ایک آزاد فضا کا باسی ہے اور اپنی قوت بازو سے زندگی کرنے کا خوگر ہے۔لہٰذا وہ انسانوں کو بھی ایسی زندگی کی تلقین کرتے ہیں کہ انسان کارزارِ حیات میں آہنی عزم اور جرأت کے ساتھ آگے بڑھے اور دنیا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنا مقام بنائے بلکہ اپنا زمانہ آپ پیدا کرے بطور فرد بھی اور بطور قوم بھی۔

کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اگر کسی مصور نے اقبال کے مناظر پر مبنی کلام یا اشعار کو رنگوں میں ڈھالا تو تصاویر کا جو مرقع صورت پذیر ہوگا وہ بلوچستان ایسا ہوگا۔بسا اوقات گمان ہوتا ہے کہ اقبال نے بلوچستان کے کوہ و بیاباں اور دشت وصحرا کو ان کی جملہ خوبصورتی سمیت نہایت فنکارانہ چابکدستی سے نظم کیا ہے یہ خیال یوں تقویت پاتا ہے کہ علامہ اقبال اوائل عمری میں بلوچستان تشریف لائے تھے اور انہیں یہاں کے موسموں، آب و ہوا اور وادی و بیاباں کا مشاہدہ کرنے کا موقع ملا تھا وہ ضرور اس کے بے پایاں قدرتی حسن کے اسیر ہوئے ہوں گے۔جس کا اظہار ان کی بعد کی شاعری میں تواتر کے ساتھ ہوتا ہے۔آج بھی مارچ اور اپریل کے مہینوں میں بلوچستان کے مختلف علاقوں کی پہاڑوں کی سیر کے دوران اقبال کا یہ مصرعہ گویا مجسم ہو کر آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن

یہاں کے باشندوں نے، چاہے وہ بلوچ ہوں یا پٹھان اپنے سادہ طرز زندگی اور جفاکشی کی بناء پر اقبال کو بہت متاثر کیا تھا بلوچستان سے اقبال کا تعلق بہت پرانا ہے آج سے قریباً ایک سو دس سال پہلے اقبال نے بلوچستان کا سفر کیا تھا۔جب ۱۹۰۳ میں وہ بلوچستان کے ایک قدیم شہر ژوب (فورٹ سنڈیمن) آئے تھے ژوب کی قدامت کا اندازہ یوں لگایا جاسکتا ہے کہ ابنِ حنیف کے بقول دریائے ژوب کے کنارے آباد پہاڑی "پریانوغنڈی" (پریوں کی پہاڑی) کے قیام کا زمانہ آج سے تین سے چار ہزار سال قبل کا ہے اور یہ ٹیلہ عظیم سندھ تہذیب کے اولین نقوش میں سے ایک ہے۔(۱)

علامہ اقبال کے بڑے بھائی شیخ عطاء محمد ژوب میں اوورسیئر تعنیات تھے جو بعد میں سب ڈویژنل آفیسر مقرر ہوئے تھے ان پر یہاں کے انگریز پولیٹیکل ایجنٹ نے ایک جھوٹا مقدمہ بنایا تھا اور اقبال کو اپنے بھائی کی دادگیری اور انصاف کے حصول کے لئے ژوب کا سفر اختیار کرنا پڑا تھا۔(۲)

کہا جاتا ہے کہ اس سفر کے دوران اقبال نے ایک نظم کہی تھی جس میں اس ابتلا کے دور کرنے کی فریاد حضورﷺ کے دربار میں کی گئی ہے۔ یہ نظم ستمبر ۱۹۰۳ کے مخزن میں "برگ گل" کے عنوان سے شائع ہوئی۔ (۳) قیاس کیا جاتا ہے کہ اس نظم کی تخلیق ژوب میں ہوئی چونکہ ہمارے پاس اس کے ٹھوس شواہد موجود نہیں۔لہٰذا یہ دعویٰ حتمی نہیں اس نظم کے موضوع اور اقبال پر آنے والی اُفتاد سے بعض محققین نے یہ نتیجہ اخذ کیا لیکن وہ بھی اس بارے ٹھوس ثبوت پیش کرنے سے قاصر رہے۔ بہر حال اقبال کی ژوب آمد مصدقہ ہے اس کی تصدیق ان کے لکھے ہوئے ان خطوط سے بھی ہوتی ہے جس میں ان کی یہاں آمد کا ذکر ہے۔ یہ دو خط ہیں جو علامہ اقبال نے اپنے احباب کے نام لکھے۔ پہلا خط جس پر تاریخ درج نہیں ژوب شہر سے کچھ ہی فاصلے پر واقع مغل کوٹ نامی قصبے سے لکھا گیا۔ اقبال نے یہ سفر گھوڑوں اور اونٹوں کے ذریعے کیا۔ بلوچستان میں عوام کے سفر کا ایک بڑا ذریعہ آج بھی گھوڑے اور اُونٹ ہی ہیں۔ اقبال لکھتے ہیں:

"از مقام مغل کوٹ!

ڈیئر سید تقی۔ السلام علیکم! آج مقام مغل کوٹ پہنچے گھوڑے کا ادسفر اور گھوڑے سے اکتائے تو اُونٹ کا سفر خدا کی پناہ پہلے روز ۳۷ میل کا سفر گھوڑے پر کیا آپ اندازہ کر سکتے کہ مجھے کس قدر تکلیف ہوئی ہوگی لیکن جو تکلیف محبت کی وجہ سے پیدا ہوئی ہو وہ لذیز ہو جاتی ہے۔ فورٹ سنڈیمن ابھی یہاں سے ۵۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ پرسوں پہنچیں کے بشرطیکہ کوئی بارش نہ ہو"۔ (۴)

بارش نہ ہونے کی شرط بھی خوب ہے یہ وہ نعمت ہے کہ جس کے ہونے کی خصوصی دعائیں مانگی جاتی ہیں مگر اس حصہءِ زمین پر آج بھی زحمت بن جاتی ہے کیونکہ اس صورت میں برساتی نالے چڑھ آنے سے راستہ بند ہو جاتا ہے اور ٹریفک رک جاتا ہے۔ اقبال کو بھ یہی بتایا گیا ہوگا۔ لہٰذا انہیں موسم کی یہ شرط برداشت کرنا تھی۔ اس کے بعد اقبال کا تحریر کردہ ایک اور خط ریکارڈ میں محفوظ ہے جو کہ فورٹ سنڈیمن (ژوب) سے لکھا گیا ہے اور یہ نواب صدر یار جنگ بہادر حبیب الرحمٰن خان شروانی کے مکتوب محررہ ۲۵ مئی ۱۹۰۳ء کے جوب میں تحریر کیا گیا ہے۔

"مخدوم ومکرم کان صاحب

السلام علیکم!

آپ کا نوازش نامہ لاہور سے ہوتا ہوا مجھے یہاں ملا۔ میں ایک مصیبت میں مبتلا اس وقت لاہور سے ایک ہزار میل کے فاصلہ پر برٹش بلوچستان میں ہوں۔ آپ بھی خدا کی جناب میں دعا کریں کہ اس کا انجام اچھا ہو۔ آپ کا خط حفاظت سے صندوق میں بند کر دیا ہے نظر ثانی کے وقت آپ کی تنقیدوں سے فائدہ اٹھاؤنگا۔ اگر میری ہر نظم کے متعلق آپ اس قسم کا خط لکھ دیا کریں تو میں آپ کا نہایت ممنون ہوگا"۔ (۵)

آپ کا اقبال

از فورٹ سنڈیمن برٹش بلوچستان

۲۵ مئی ۱۹۰۳

ان دو نثری تحریروں کے علاوہ جو دراصل خطوط ہیں اقبال کی کسی اور تحریر کے آثار بلوچستان میں نہیں پائے جاتے البتہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے علامہ اقبال کی مشہور زمانہ نظم "پرندے کی فریاد" کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ نظم انہوں نے اپنے بلوچستان کے پہلے سفر کے دوران یہاں لکھی تھی یا شاید اس پر نظر ثانی کی تھی۔ انکے بقول علی بخش نے ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ یہ نظم بلوچستان کے سفر کے دوران کہی گئی تھی اس سفر میں وہ بھی اقبال کے ہمراہ تھے۔ (۶)

تاہم ڈاکٹر انعام الحق کوثر جو بلوچستان کے حوالے سے نہایت اہم محقق اور اقبال شناس ہیں اور سو ۱۰۰ سے زائد

کتب کے مصنف ہیں نے اس انٹرویو کا کوئی حوالہ اپنی کتاب میں نہیں دیا چنانچہ بغیر کسی مستند حوالے کے ایسا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا لیکن یہ بات اگر سچ ثابت ہوتی ہے کہ بچوں میں بے حد مقبول اور پاکستان کے ہر صوبے کے تعلیمی نصاب میں شامل یہ مشہور نظم ژوب (بلوچستان) میں تخلیق ہوئی تو یہ اپنی جگہ ایک عظیم الشان واقعہ تصور ہوگا تاہم حتمی طور پر ایسی کوئی بات کرنے سے پہلے پوری تحقیق لازمی ہے یہ نظم پہلی بار ۱۹۰۷ کے مخزن میں شائع ہوئی اور اقبال نے فورٹ سنڈیمن (ژوب) کا سفر مئی ۱۹۰۳ میں کیا تھا البتہ وہ مارچ ۱۹۰۳ کے ایک خط میں یہ نظم لکھنے کا اشارہ کرتے ہیں۔ اسلئے یقینی طور پر فی الوقت کوئی بات نہیں کی جا سکتی کہ یہ نظم کب اور کہاں کہی یا لکھی گئی تھی۔

علامہ اقبال دوسری بار ۱۹۳۲ میں افغانستان سے واپسی پر بلوچستان تشریف لائے تھے جب والی کابل نادر شاہ غازی کی دعوت پر سید سلیمان ندوی اور سر راس مسعود کے ہمراہ وہ افغانستان گئے تھے اور شاہی مہمان ہوئے تھے۔ نادر شاہ نے ان حضرات کو افغانستان میں تعلیمی اصلاحات نافذ کرنے کے لئے مفید مشورے کیلئے بلوایا تھا تاکہ ان کے علم سے استفادہ کرتے ہوئے ایسی تعلیمی پالیسی تشکیل دی جائے جو نوجوانوں کو صحیح خطوط پر تعلیم دینے کی اہل ہو اور وہ معاشرے، ملک اور قوم کے لئے مفید ثابت ہوں۔ اقبال اپنے ساتھیوں کے ہمراہ طورخم کے راستے کابل پہنچے تھے اور واپسی پر وہ غزنی گئے پھر قندھار اور پاکستان کے سرحدی شہر چمن پہنچے تھے جہاں تھوڑی دیر قیام کے بعد کوئٹہ کی سمت روانہ ہوئے۔ کوئٹہ میں ایک روز قیام کرنے کے بعد وہ اگلی صبح کی ٹرین سے لاہور کے لئے روانہ ہوئے۔ (۷)

ان دو اسفاد کے علاوہ بھی علامہ اقبال کا دوبارہ کوئٹہ آنے کا ذکر ملتا ہے۔ جہاں وہ اپنے کچھ رشتہ داروں کے ہاں چند روز ٹھہرے تھے۔ (۸) لیکن اس بات کی ابھی تک پورے طور پر تصدیق نہیں ہو سکی۔ البتہ اتنی بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ علامہ اقبال کو بلوچستان میں بسنے والے ہر دو قبائل یعنی بلوچ اور پٹھان کے بارے میں کافی معلومات حاصل تھیں اور وہ ان قبائل کی تاریخ اور قبائلی روایات سے پوری طرح آگاہ تھے۔ ان کی دلیری، مرّوت، مہمان نوازی، جفاکشی، روایات کی پاسداری، سادہ طرز زندگی، فرنگیوں سے نفرت، حریت پسندی اور سب سے زیادہ مذہب اسلام سے ان کا گہرا لگاؤ اقبال کو بہت پسند تھا اس کا ذکر اقبال کی شاعری میں بھی کئی موقعوں پر ہوا ہے دلچسپ امر یہ ہے کہ وہ ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ ان قبائل کی بعض خامیوں اور کمزوریوں سے بھی آگاہ تھے چنانچہ اگر ایک طرف وہ پٹھانوں کو اپنی نسلی عصبیت کو دیگر قبائل پر برتری کے اظہار سے روکتے ہوئے اپنی مشہور نظم "محراب گل افغان کے افکار" میں مشورہ دیتے ہیں کہ:

قبائل ہوں ملت کی وحدت میں گم
کہ ہو نام افغانیوں کا بلند

وہیں وہ اپنے ملنے والے بعض بلوچ راہنماؤں کو بھی قبائلی جنگوں سے باز رہنے کی تلقین کرتے نظر آتے ہیں۔ "بلوچستان کی شجاعت بے نظیر ہے مگر افسوس ہے کہ وہ اپنی شجاعت کو خانہ جنگی میں ضائع کر رہے ہیں ضرورت ہے کہ بلوچوں کی شجاعت کا رُخ تبدیل کر دیا جائے یعنی آپس کی لڑائیوں اور ایک دوسرے کے ہاتھوں مرنے کی بجائے ان کو یہ بات سکھانا چاہیے کہ اپنے ملک اور قوم دشمنوں سے مردانہ وار جہاد کریں اور اپنے ملک کو آزاد کرا کر دم لیں۔" (۹)

لہٰذا وہ اپنی نظم "بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو" میں بلوچوں کو اپنے وسائل کی طرف راغب کرنے اور خودی کے بل پر اپنی دنیا آپ تعمیر کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

اقبال جہاں اپنے مطالعہ تاریخ کی بناء پر شیر شاہ سوری، جمال الدین افغانی، امان اللہ خان، غلام قادر روہیلہ اور نادر شاہ جیسے سرکردہ افغان راہنماؤں سے واقف تھے وہاں بلوچستان کے مختلف بلوچ راہنماؤں سے بھی میل ملاپ رکھتے تھے۔ جن سے انہیں بلوچستان کے مسائل سے براہ راست آگاہی ہوتی ان سے ملنے والوں میں یوسف عزیز مگسی، میر عبدالعزیز

کرداور محمد حسین عنقاوغیرہ تھے۔(۱۰)

جبکہ ان کے علاوہ ڈیرہ غازی خان کے عطاء محمد قیصرانی، رمضان خالد برہمانی اور سردار اسلم ملغانی جیسے مختلف بلوچ اصحاب سے بھی اقبال کے تعلقات اور خط وکتابت تھی۔(۱۱)

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ علامہ اقبال کو بلوچستان، بلوچوں اور افغانوں سے ایک خاص تعلق تھا وہ ملت اسلامیہ کے احیاء کے جوخواب دیکھ رہے تھے اس میں صوبہ سرحد، بلوچستان، افغانستان اور وسط ایشیاء کی مسلمان ریاستیں ان کی توجہ کا خاص مرکز تھیں۔ وہ مسلمان قوم کے اتحاد و یکجہتی کے آرزومند تھے اور مسلمانوں کو دنیا کی دیگر اقوام کی صف میں ایک آزاد اور آبرومند قوم کی حیثیت سے دیکھنا چاہتے تھے ان کی خواہش تھی کہ مسلمان قبائل اور ممالک اپنی باہمی چپقلشیں ختم کردیں، خواب غفلت سے جاگیں اور دنیا میں ترقی حاصل کرنے کے لئے علم کی دولت سے بہرہ مند ہوں اور اس مقصد کے حصول کے لئے مسلمانوں کا اپنی کمزوریوں کو ختم کرنا ازبس ضروری ہے۔ یہی وہ پیغام تھا جو ایک صدی پیشتر اقبال نے دنیا بھر کے مسلمانوں تک پہنچانے کی کوشش کی اور اس کیلئے شاعری کو ذریعہ اظہار بنایا ان کی یہ کوشش کامیاب رہی کہ آج بھی علم وادب سے تعلق رکھنےء والا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو اقبال یا کلام اقبال سے آشنا نہ ہو۔ اقبال کی آواز اتنی توانا اور منفرد تھی کہ اس نے برصغیر کی قدیم شعری روایت کی کایا پلٹ دی پھر چاہے وہ اقبال کے ہم عصر ہوں کہ بعد میں آنے والے شعراء، ان کا قبال سے متاثر ہونا لازمی ٹھہرا۔ چنانچہ اقبال کی زندگی ہی میں طرزِ اقبال کی تقلید شروع ہوگئی۔ یہ امر دلچسپ ہے کہ شعراء میں سب سے پہلے جو شاعر اقبال سے متاثر ہوتا ہے ان کے اسلوب میں غزلیں اور نظمیں کہتا ہے اور اقبال کے مضامین کو موضوع سخن بناتا ہے وہ کوئی اور نہیں ملتان میں پیدا ہونے اور پرورش پانے والا ایک بلوچستانی ہے جو دنیائے ادب میں اسد ملتانی کے نام سے معروف ہیں تاہم وہ حقیقتاً" گل زمین "بلوچستان کے فرزند ہیں اسد ملتانی کے نام سے شہرت پانے الے دراصل اسد خان شیرانی تھے جن کا وطن مالوف کوہ سلیمان کے دامن میں واقع شہر ژوب تھا کہ شیرانی قبیلہ اس علاقہ سے تعلق رکھتا ہے اسد شیرانی کے دادا نے یہاں سے ملتان کی طرف ہجرت کی تھی اور وہ نسلاً افغان تھے۔(۱۲)

اردو عظیم کے محقق حافظ محمود خان شیرانی اور ان کے فرزند مشہور رومانی شاعر اختر شیرانی بھی اسی قبیلے سے ہیں اور یوں وہ بھی درحقیقت فرزندان ژوب ہیں۔ اسد ملتانی وہ خوش قسمت شاعر ہیں جو نہ صرف اقبال سے مراسم رکھتے تھے بلکہ ان کی دو ایک غزلیں اور ایک نظم بعنوان "شبنم کا قطرہ" کی اقبال نے اصلاح بھی فرمائی۔ بقول ماہر القادری اسد ملتانی کے اس فخر کا کیا پوچھنا کہ علامہ اقبال مرحوم کی صحبتوں سے انہوں نے استفادہ کیا تھا غالباً ان کی دو چار غزلوں اور نظموں پر اقبال نے اصلاح بھی دی تھی۔(۱۳) اسد شیرانی یا اسد ملتانی کی کئی نظموں کے عنوان بھی اقبال کے نام پر ہیں۔ انہوں نے اقبال پر ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ جبکہ ۱۹۳۸ء میں قبال کے انتقال پر سب سے پہلے "مرثیہ اقبال" لکھنے والے بھی یہی اسد ملتانی تھے۔ اسد ملتانی کی مختلف نظموں کے عنوان اور موضوعات ایسے ہیں جن پر فکرِ اقبال سے خوشہ چینی کی گہری چھاپ ہے۔ مثلاً رعب فرنگ، شرق وغرب، طلوع شمس، مآل تہذیب، نیرنگ خیال، عقل وعشق، شاعر کی دعا، شانِ مسلم، مے باقی، اے ہم نفس اور بلوچستان کے قیامت خیز زلزلے کے حوالے سے زلزلہ بلوچستان شامل ہیں۔ اس کے علاوہ ایک نظم کوئٹہ بھی ہے جبکہ علامہ اقبال کے حوالے سے کئی نظمیں ہیں مثلاً، اقبال، مرثیہ اقبال، مقصود اقبال، بیاد اقبال، شعر اقبال اور یوم اقبال ہیں۔ جبکہ ان کے موضوعات شاعری میں قومی تہذیب اور معاشرت کی اصلاح، صلیب وحرم کی کشمکش، فکر اقبال کی تشریح وتوضیح، ذاتی احساسات اور طنز ومزاح کا بیان، حرمت رسول کریم ﷺ واہل بیت پاکستان میں اسلامی نظام حکومت کا قیام اور قومی وملی مسائل کا بیان شامل ہیں۔ اقبال کے بعد اگر کسی نے طرز اقبال کی صحیح پیروی کی تو وہ یہی اسد خان شیرانی المعروف اسد ملتانی تھے۔ جعفر بلوچ کے بقول "اسد ملتانی اپنے شاعرانہ مقام ومرتبے کے لحاظ سے ان چار پانچ شاعروں میں شمار ہونے کے مستحق ہیں جنھوں نے

علامہ اقبال کے بعد علم وادب میں نمایاں مقام حاصل کیا۔(۱۴) ذیل میں اسد ملتانی کے اردو اور فارسی اشعار بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں۔

کبھی سوچا ہے کہ اسلام کا پیغام کیا ہے — وحی کی شرح جو کرتا ہے وہ الہام کیا ہے
ہم سمجھتے تھے کہ اسلام ہے اپنا مقصد — اس نے سمجھا یا کہ خود مقصد اسلام ہے کیا
ہے نہاں کون سی تہذیب میں انسان کا شرف — روشِ خاص ہے کیا رسم ورہ عام ہے کیا
چشم اسلام میں جمعیت آدم کیا ہے — نگہ غرب میں جمعیت اقوام ہے کیا

اس طرح ان کی فارسی نظم "فریاد جرس" کے دو اشعار ملاحظہ ہوں

فغان کہ اہل وطن را بہ دشت بے خبری — زراہ گمشدگا ن می کند راہبری
خضر گم است خود اندر ہجومِ راہزناں — کہ در لباسِ خضری کنند جاہ گری

اپنی فارسی نظم "سوال بہ اقبال" میں اقبال سے یوں مخاطب ہوتے ہیں۔

پیشِ اقبال برم اے اسد این مشکل خویش — ہست دل در برمن یا منم اندر دل خویش
بہر گو ہر بہ بزنم غوطہ بہ د ریائے وجود — یا بہ کشتی بروم در طلب ساحل خویش
دارم اُمید کہ آن فلسفی ء صاحبِ دل — بکشاید بہ کرم عقدہ این سائل خویش

اس طرح فارسی نظم "نوحہ انگلیسی" کے دو ملاحظہ ہوں۔

من زا ایران نفع ھا اندو ختم
وندرین خاک آتشے افروختم
وائے ناکامی کہ خود ہم سو ختم

زین سبب بے سازو سامان می روم
می دوم از خاک ِ ایران می دوم

آہ گر ایران دگر ایران شود
بے قرار از جذبہ ءِ ایمان شود
بہرہ مند از حکمتِ قرآن شود

من ازین اندیشہ ارزان می دوم
می دوم از کاک ِ ایران می دوم(۱۵)

درج بالا اشعار کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اسد ملتانی نے علامہ اقبال سے کس قدر متاثر تھے۔ فکر وفن ہر دو حوالوں سے انہوں نے اقبال کی پیروی کی۔ اپنی نظم نوحہ انگلیسی میں تو وہ ایک طرح سے انقلاب اسلامی ایران کی نوید دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ان کی یہ پیش گوئی یوں پوری ہوئی کہ ایران مغرب کے اثر ونفوذ سے مکمل طور پر آزاد ہو گیا۔

بلوچستان میں اقبال شناسی کی روایت کا آغاز اقبال کی زندگی ہی میں اس وقت ہوتا ہے جب خواجہ ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی نے کوئٹہ میں بزم اقبال قائم کی(۱۶) جو وہاں سنڈیمن اسکول میں انگلش کے ٹیچر تھے جہاں وہ اپنے پٹھان اور بلوچ

شاگردوں میں اقبال کے اردو اور فارسی کلام کو مقبول بنانے میں کوشاں تھے۔ چنانچہ یہ "بزم اقبال" کوئٹہ میں اقبال کے کلام کی ترویج وتبلیغ کی خدمت انجام دیتی رہی۔ یہ بات پیش نظر رہے کہ برصغیر پاک وہند میں فارسی کا سب سے پہلا مرکز بلوچستان تھا اور فارسی کی اولین شاعرہ رابعہ خضداری بھی اس خطے سے تعلق رکھتی ہیں۔ جبکہ پاکستان بننے سے پہلے تک ریاست قلات کا سرکاری زبان فارسی تھی۔ خواجہ عبدالحمید عرفانی اقبال شناسی کے حوالے سے پہلے بلوچستان اور پھر بعد میں ایران میں سرگرم رہے۔ ان کے کہنے پر کوئٹہ میں ایران کے قونصل آقای محمد باقر نے گورنمنٹ کالج کوئٹہ میں اقبال کی فارسی اور ایران دوستی پر ایک مقالہ پڑھا یہ پہلا موقع تھا کہ جب کسی ایرانی سیاسی افسر نے ایک رسمی جلسے میں علامہ اقبال پر مقالہ پڑھا۔[۱۷]

خواجہ عرفانی اگرچہ خود بھی شاعر تھے تاہم انہوں نے بلوچستان میں اقبال شناسی کا سلسلہ آگے بڑھانے کے لئے شعرگوئی موقوف کردی۔ وہ فارسی اور اردو ہر دو زبانوں میں سخن گوئی کی قدرت رکھتے تھے ان کی شاعری پر بھی اقبال کے اثرات نہایت واضح ہیں یقیناً یہ تقلید شعوری تھی۔ اقبال سے اپنی عقیدت کا اظہار وہ یوں کرتے ہیں۔

ای حکیمِ اُمت ای اقبال ما ای اُمیدِ حال و استقبالِ ما
در حضور رت آمدم زا رونزار صد ہزاراں دردھا اندر کنار
سالہا در راہِ تو وا سو ختم تا متاع نالہ ای اندو ختم
شُد جوانی نوبتِ پیری رسید ساختم سلکوت را شہرِ اُمید
من کہ میرِ مجلسِ یاران برم در ہجوم عالمی تنہا شدم

اقبال شناسی کی یہ روایت خواجہ عبدالحمید عرفانی بلوچستان سے اپنے ساتھ ایران لے گئے جہاں وہ پہلے پاکستان کے پریس اتاشی اور پھر کلچرل اتاشی تعینات ہوئے تھے ان کے ایران جانے کا ایک بڑا مقصد ایران میں پاکستان و اقبال شناسی کی ترویج تھا جس کے لئے انہوں نے وہاں اپنے گھر پر ہی "بزم اقبال" کی بنیاد ڈالی۔[۱۸] ایران کے ادب دوست حلقوں کے لئے "بزم اقبال" کی تقاریب بہت مفید ہوئیں اس کے ساتھ ہی خواجہ عرفانی نے اپنی توجہ نثر لکھنے پر مرکوز کرلی اور ایران میں قیام کے دنوں میں ہی انہوں نے علامہ اقبال پر اپنی معروف کتاب "رومئی عصر" لکھی جسے ایران کے علمی وادبی حلقوں میں بہت سراہا گیا اور وہاں اس کتاب کے کئی ایڈیشن شائع ہوئے یہ کتاب ایران میں اقبال شناسی کی ذیل میں پہلا قطرہ تھی۔ جس اہل ایران میں اقبال کی قدآور شخصیت کا صحیح طور پر احساس اجاگر ہوا۔ اپنی کتاب میں انہوں نے اقبال کے بارے میں ایرانی اکابرین ادب کی رائے سے ثابت کیا کہ سعدی ورومی کے بعد اقبال ہی نئے زمانے کی ایک منفرد آواز ہے۔ جو ادب کی کلاسیکی قدروں سے بھی اپنا رشتہ استوار رکھے ہوئے ہے اور بیک وقت نئی روش بھی اختیار کیے ہوئے ہے۔ اسی لئے بیسویں صدی کے عظیم ایرانی شاعر ملک الشعراء بہار نے اقبال کے حوالے سے یہ کہا تھا۔

عصر حاضر خاصہ اقبال گشت
واحدی کز صد ہزاران برگزشت

اس کے علاوہ خواجہ ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی کی مختلف کتابیں مثلاً شرح احوال وآثار، ملک الشعراء بہار، ایرانِ صغیر (کشمیر) اور اقبال کی نظر سے معروف ہیں کی تصانیف کی تفصیل درج ذیل ہے۔

فارسی تصانیف:

۱۔ رومئی عصر ۲۔ ضرب کلیم (فارسی ترجمہ)
۳۔ حدیث عشق ۴۔ ایرانِ صغیر (کشمیر)
۵۔ شرح احوال وآثار، ملک الشعراء بہار ۶۔ فارسی امروز

۷۔	داستانہای عشقی پاکستان	۸۔	انتخاب ازشعرای معاصرایران جلداول، دوئم
۹۔	سرودسرمد	۱۰۔	شہرآشوب سیالکوت
۱۱۔	آہنگ عشق	۱۲۔	ایران

اردوتصانیف

۱۔	اقبال ایرانیوں کی نظر میں	۲۔	کلام نفیس
۳۔	اقبال ایران	۴۔	اقبال عرفانی

انگریزی تصانیف:

۱۔ saying of Rumi and Iqbal

(گفتقہ ھای رومی واقبال)

خواجہ عبدالحمید عرفانی کی خدمات کے صلے میں حکومت ایران نے انہیں اپنے بزرگ ترین اعزاز "نشانِ سپاس" اور "نشانِ ورزش" عطا کیے۔[۱۹] وہ پہلے پاکستانی ہیں جنہیں یہ اعزاز ملے اسکے علاوہ ان کی اقبال اور ایران دوستی کا اعتراف ایران کے بزرگ شعراء بھی کرتے ہیں۔ملک الشعراءء بہار نے ان کے بارے میں کہا:

دو ش آمد پی عبادت من ... ملکی درلباس انسانی
گفت مش چیست نام پاک نو گفت ... خواجہ عبدالحمید عرفانی

جبکہ ڈاکٹر رضا زادہ شفق انہیں یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں

آنکہ اقدام مقبلان کردہ ... شعر اقبا ل را بیان کردہ
دفتر خویش از گل عرفان ... پاک محود گلستان کردہ
مسلک عارفان ایران را ... بہر پیرو جوان عیان کردہ
شاعر دلنشین پاکستان ... پیش صاحب دلان نشان کردہ
گر پر سی زنام او کہ چنین ... کار ِ نیکی دراین زمان کردہ
من نمی گویمت تو خوددانی ... خواجہ عبدالحمید عرفانی

خواجہ عبدالحمید عرفانی کے علاوہ بھی کوئٹہ اور بلوچستان کے دیگر ادباء، شعراء، دانشور، محققین اور نقادان ادب نے علامہ اقبال کے فن وفکر کی مختلف جہات کو اپنی نگارشات کا موضوع بنایا ہے اور یہ مضامین کوئٹہ کے مختلف رسائل وجرائد کے علاوہ ملک کے معروف ادبی جریدوں کی زینت بنتے رہے ہیں۔ بلوچستان میں فکر اقبال کی ترویج کیلئے جن اہل قلم نے وقتاً فوقتاً مضامین لکھے ان کے نام اور مقالات کی فہرست ذیل میں پیش ہے۔

	عنوان	مقالہ نگار
۱۔	اقبال کانظریۂ فن	آغاصادق حسین
۲۔	فکرِ اقبال کے ماخذ	ایضاً
۳۔	اقبال کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز	ایضاً
۴۔	اقبال اور مناظر قدرت	ایضاً
۵۔	اقبال اور کوہستانی	پروفیسر انور رومان
۶۔	اقبال شناسی اور چند اہم تجاویز	ایضاً

۷۔	اقبال شناسی تشریح یا تنقید	پروفیسر خلیل صدیقی
۸۔	عزیز بگسی کی شاعری پر علامہ اقبال کے اثرات	میر مٹھا خان مری
۹۔	اقبال اور عظمت آدم	ملک محمد رمضان بلوچ
۱۰۔	بلوچ ادبی شخصیات اور علامہ اقبال	سر بلند خان
۱۱۔	علامہ اقبال کا نظریہ اجتہاد	پروفیسر ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۱۲۔	علامہ اقبال اور تحریک پاکستان	ایضاً
۱۳۔	علامہ اقبال اور قومیت	ایضاً
۱۴۔	اقبال اور مرد خود آگاہ	ایضاً
۱۵۔	اقبال اور نظام مملکت	پروفیسر سعید احمد رفیق
۱۶۔	اقبال کے قارئین	پروفیسر مجتبیٰ حسین
۱۷۔	اقبال کا تصور خودی	پروفیسر شمیم احمد
۱۸۔	اقبال سے پہلی اور آخری ملاقات	ماہر القادری
۱۹۔	علامہ اقبال کا ذہنی ارتقاء	مسز ثاقبہ رحیم الدین
۲۰۔	اقبال اور خوشحال	سید زین الدین
۲۱۔	اقبال اور جمال الدین افغانی	صاحبزادہ حمید اللہ
۲۲۔	اقبال بحیثیت شاعر فطرت	علی بخش دشتی
۲۳۔	کلام اقبال کا جمالیاتی پہلو	مسز آفتاب مسرور عالم
۲۴۔	اقبال اور نسخہ کیمیا	حمید اللہ جلال زئی

اس طرح کے بیسیوں دیگر مقالات ہیں میں تاہم درج بالا فہرست سے بخوبی ظاہر ہوجاتا ہے کہ بلوچستان کے اہل قلم نے حتی المقدور اقبال اور فکر اقبال کے کسی گوشے کو چھوڑا نہیں بلکہ ان کی کوشش رہی کہ اقبال شناسی کا کوئی پہلو تشنہ نہ رہ جائے۔ خواجہ عبدالحمید عرفانی کے بعد دوسری شخصیت آغا صادق حسین کی ہے جنکے یکے بعد دیگرے ۹ مضامین شائع ہوئے اور اہل ادب وفکر سے داد حاصل کی۔ آغا صادق حسین کی ایک کتاب "مغز ومزہ" بھی اقبالیات کے حوالے سے بلوچستان کی ادبی تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ آغا صادق حسین شاعری کا ملکہ بھی رکھتے تھے اوران کی شاعری پر بھی اقبال کے اثرات مرتب ہوئے تاہم اس کا تذکرہ اردو شعراء کے ذیل میں ہوگا۔ آغا صادق حسین کے بعد بلوچستان کے ایک اور محقق اور اقبال شناس ڈاکٹر انعام الحق کوثر ہیں جنہوں نے اقبالیات کے ضمن میں خاصا کام کیا اور انکے کام کی پذیرائی قومی سطح پر ہوئی جبکہ حکومت پاکستان نے انہیں ان کی علمی و ادبی خدمات ے اعتراف کے طور پر 'نشانِ امتیاز' سے نوازا۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر پچھلی پانچ دھائیوں سے بلوچستان میں مصروف تحقیق ہیں اور مختلف موضوعات ان کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔ جبکہ اقبالیات سے انہیں خصوصی لگاؤ ہے۔ ڈاکٹر صاحب (۱۰۰) سے زائد کتب کے مصنف و مرتب ہیں اور اب تک بیسیوں مقالات تحریر کر چکے ہیں جبکہ "بزم اقبال" کے کئی جلسوں کی صدارت کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں اقبال شناسی کے حوالے سے ان کی کئی کتب شائع ہو کر علمی و ادبی حلقوں سے داد وصول کر چکی ہیں جنکی تفصیل کچھ یوں ہیں۔

۱۔	اقبالیات کے چند گوشے	ڈاکٹر انعام الحق کوثر
۲۔	اقبال اور بلوچستان	ایضاً

۳۔ بلوچستان میں تذکرہ اقبال — ایضاً

۴۔ مطالعہ اقبال بلوچستان میں — ایضاً

۵۔ اقبال شناسی اور ادبائے بلوچستان کی تخلیقات (جلد اول، دوئم) — ایضاً

۶۔ اقبال شناسی اور بلوچستان کے کالج میگزین (جلد اول، دوئم) — ایضاً

۷۔ جوئے کوثر — ایضاً

ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے اپنی ان گراں قدر تصانیف میں بلوچستان میں علامہ اقبال سے متعلق ہر طرح کی معلومات بہم پہنچادی ہیں چاہے وہ علامہ اقبال کی بلوچستان میں تشریف آوری ہو یا بلوچ اکابرین کا علامہ اقبال کی خدمت میں باریابی ہو انہوں نے بلوچستان میں اقبال شناسی سمیت اردو ادب کے ارتقاء کی ذیل میں ہر نوع کی تفصیلات اپنی کتابوں میں اکٹھی کردی ہیں جن سے ان کتب کی افادیت بڑھ گئی ہے۔ چنانچہ آج بلوچستان میں اردو تحقیق کے ضمن میں ان کی تصانیف سے نئے محققین کو خاصی مدد ملتی ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے علاوہ جن اصحاب کے حوالے سے کتب سامنے آئی ہیں ان کی تفصیل یوں ہے۔

۱۔ اقبال شناسی اور آغا صادق — ڈاکٹر نوید حسن

۲۔ اقبال اور جدوجہد آزادی — پروفیسر اجمل صدیقی

۳۔ اقبال اور مغربی استعمار — پروفیسر انور رومان

۴۔ اقبال کا نظریہ اخلاق — پروفیسر سعید احمد رفیق

۵۔ اقبال کے کولمبس — امداد نظامی

۶۔ اقبال اور پشتو شاعری — ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی

۷۔ پشتون شعراء کا اقبال کو خراج تحسین — ایضاً

۸۔ سیر اقبال شناسی در افغانستان (فارسی) — ایضاً

بلوچستان میں تخلیقی ادب پر اقبال کے گہرے اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اردو شعراء نے خصوصاً نہ صرف فکرِ اقبال سے خوشہ چینی کی بلکہ طرز اقبال کی پیروی بھی کی۔ بلوچستان کے جن اردو شعراء کے کلام پر اقبال کے اثرات واضح نظر آتے ہیں ان میں میر یوسف عزیز مگسی، محمد حسین عنقا، ڈاکٹر عبدالحمید عرفانی، آغا صادق حسین، ش ضحٰی محشر رسول نگری، ناگی عبدالرزاق خاور اور نور محمد ہمدم شامل ہیں۔ تحریک آزادی کے مجاہد اور بلوچستان کے متوالے یوسف عزیز مگسی کی اقبال سے اثر پذیری نہایت واضح ہے۔ ذیل میں ان کے اشعار نمونے کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔

اقبال کا ایک فارسی شعر ہے:

تیرو سنان و خنجر شمشیرم آرزوست
بامن بیا کہ مسلکِ شبیرؑ م آرزووست

جبکہ یوسف عزیز مگسی کہتے ہیں:

بلوچم و شجاعتِ بلوچم آرزوست
خیزید!!! باز نعرہ ء اسلامم آرزوست

یوسف عزیز مگسی کے دیگر اشعار درج ذیل ہیں جن میں فکرِ اقبال کی جھلک صاف نظر آتی ہے۔ ان کی حب الوطنی اقبال کی تقلید میں نمایاں ہو کر اُبھرتی ہے۔

میں اگر چاہوں تو ذرے کو بیاباں کردوں — قطرہ آب میں پیدا سرِ طوفاں کردوں
یہ ارادہ ہے کہ اسلام کا خادم بن کر — ساری دنیا کو نئے سر سے مسلماں کردوں
فقط دانائیوں سے ہی مرادیں بر نہیں آتیں — ضرورت ہے کہ داناؤں میں اک دیوانہ ہوجائے
اب آگے اک مرحلہ آتا ہے سخت کوشی کا — ہمارے ساتھ نہ اب کوئی عیش کوش آئے

اس طرح یوسف عزیز مگسی کا فارسی کلام بھی فکرِ اقبال کا پرتو لیے ہے۔

سفر عشق نہ منزل،۔ نا مقامی دارد — رفعت عرش دراین دو گام است اینجا
ما الفت ترا بدل و جان خریدہ ایم — ازدو جہان مہر تو دردل گزیدہ ایم
باما مگو ز آتش نمرو د ای رفیق — ما از شراب عشق خلیلی چشیدہ ایم

اس طرح خواجہ عبدالحمید عرفانی کے مندرجہ ذیل اشعار یہ ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ وہ نہ صرف اقبال کے مداح تھے بلکہ فکرِ اقبال سے متاثر بھی کہ رنگِ اقبال ان کے اشعار میں صاف نظر آتا ہے۔

نمودِ حسن کیا ہے اور نگاہ پُرفسوں کیا ہے — کسے معلوم ہے فرزانگی کیا ہے جنوں کیا ہے
تلاش راحت جاوید ہے وجہ سکوں مجھ کو — خدا جانے تمنائے سکوں کیا ہے سکوں کیا ہے
سرابِ آرزو سے ہے فریب زندگی لیکن — فریب زندگی میں کاوش دردِ دروں کیا ہے

آغا صادق حسین نے نہ صرف اقبال پر تنقیدی و تشریحی مقالات لکھے بلکہ وہ ایک قادر الکلام شاعر بھی تھے۔ علامہ اقبال سے روحانی عقیدت ہی نہیں رکھتے تھے بلکہ فنی وفکری حوالوں سے متاثر بھی تھے ان کے کلام میں اقبال کے موضوعات اور لب و لہجے کی بازگشت صاف سنائی دیتی ہے۔ نمونہ کلام ملاحظہ ہوں۔

یہ تہذی لائے گی کیا رنگ صادق — بہت بستیاں بے نشاں دیکھتا ہوں
کوند رہی ہیں بجلیاں پردہ جاں کی خیر ہو — نغمہ نواز کون ہے سوزِ دروں کے ساز میں
غریب کا اقتدار ہوگا غریب اب تاجدار ہوگا — غلام و آقا کا پردہء امتیاز اب تار تار ہوگا
ابر میں برق میں، تاروں میں چمن زاروں میں — مجھ کو انسان کی تقدیر نظر آتی ہے

اس کے علاوہ آغا صادق نے علامہ اقبال کی چالیس کے قریب غزلیات و نظمیات پر تضمینات بھی لکھی ہے۔ مثلاً

(۱)

ہے خودی کے نور سے روشن چراغِ زندگی
اس کے دم سے پھولتا پھلتا ہے باغِ زندگی
تو بھی اس میخانے سے پی لے ایاغِ زندگی
اپنے من میں ڈوب کر پا جاسراغِ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نا بن اپنا تو بن

(۲)

شان خلوص اور ہے رنگ ریا کچھ اور ہے
طاعت خود نما ہے اور صدق صُفا کچھ اور ہے
نفس کی پیروی ہے اور راہ خدا کچھ اور ہے
جس کا عمل ہے بے غرض اسکی جزا کچھ اور ہے

حور و خیام سے گزر، بادہ و جام سے گزر

محشر رسول نگری بلوچستان کے مایہ ناز شاعر تھے انہیں اقبال کے اسلوبِ شعر میں سخن گوئی پر حیرت انگیز مہارت حاصل تھی۔ایک فارسی قطعہ میں کہتے ہیں۔

بادہ گیرم زتاک ِ مولوی　　مشرب اقبال دارم در نظر
رہروِ اقبال وروی رہبر است　　آن یکی آئینہ دیگر جوہر است

ان کی شاعری میں فکرِ اقبال اور طرزِ اقبال کا پرتو صاف نظر آتا ہے مثلاً عشق کے بارے میں اقبال ہی کے سلسلہ خیال کو آگے بڑھاتے ہوئے کہتے ہیں۔

عشق کیا ہے اتباعِ مصطفٰےﷺ　　عشق کیا ہے صبرو تسلیم و رضا
کار زارِ عشق میں شبیرؓ عشق　　قوت یک ضرب عالمگیر عشق
عشق ہے شیر ازہ بندِ کائنات　　عشق سے ہوتی ہے تعمیر حیات
روح کو بیدار کردیتا ہے عشق　　نار کو گلزار کردیتا ہے عشق

یوں تو بلوچستان کے اکثر اردو شعرأ پر اقبال کے اثرات مرتب ہوئے ہیں ان کے کلام کے مطالعہ سے اس کا پتہ چلتا ہے تاہم بعض شعراء بطور خاص رنگ اِقبال میں رنگے نظر آتے ہیں۔ایسے شعراء میں سے ایک نور محمد ہمدم ہیں جن کے کلام پر اقبال کے اثرات بہت واضح ہیں ان کا مجموعہ کلام " آدابِ سفر " کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔انہوں نے اقبال کے کلام پر تضمینات بھی لکھی ہیں۔اقبال کی مشہور نظم "بڑھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو" پر لکھی گئی تضمین کے دو بند ملاحظہ ہوں۔

(۱)

چاکرو و بلوچوں کے مقدر کا ستارا
تھا کوہ کے دامن میں کہیں انجمن آراء
کہنے لگا بیٹے کی طرف کرکے اشارا
ہو تیرے بیا باں کی ہوا تجھ کو گوارہ
اس دشت سے بہتر ہے نہ دِلّی نہ بخارا

(۲)

منز ل کا نشاں دیکھ جبین ماہ نو میں
ڈھونڈ اپنا جہاں داغِ سیہ فام کی ضو میں
غیرت کو نہ دے ہاتھ سے حالات کی رو میں
غیرت ہے بڑی چیز جہانِ تگ و دو میں
پہناتی ہے درویش کو تاج سرِ دارا

اس مختصر جائزے سے سے ثابت ہوتا ہے کہ بلوچستان کے اردو ادب خصوصا شاعری راقبال کے اثرات نمایاں ہیں۔اقبال سے پہلے کا ادب روایتی،فرسودہ خیالات کی کرار اور سطحی جذبات کو نظم میں منتقل کرنے تک محدود تھا جبکہ اقبال اور فکرِ اقبال سے روشناس ہونے کے بعد نہ صرف اس میں زندگی در آتی ہے بلکہ وہ مقصدِ حیات،اور فکر و فلسفہ سے بھی آشنائی پیدا کرتا ہے۔یہ اقبال کی اثر پذیری کا ملکہ تھا کہ یہاں کے بعد کے شعراء کے تخلیقات نئے زمانے کا ساتھ دیتی نظر آتی ہیں۔

اقبال کے اثرات بلوچستان میں اردو شعر و ادب تک ہی محدود نہیں بلکہ بلوچستان کی دیگر زبانوں بلوچی، براہوئی،

پشتو، اور فارسی میں تخلیق ہونے والا ادب بھی فکرِ اقبال سے یکساں متاثر نظر آتا ہے۔ ان زبانوں کے ادب کے سرسری مطالعے سے نجوبی ظاہر ہوتا ہے کہ ہر زبان نے فکرِ اقبال سے مقدور بھر خوشہ چینی کی ہے۔ چنانچہ بلوچستان میں اردو ادب پر اقبال کے اثرات کا مطالعہ کرنے کے بعد اب بلوچستان میں بلوچی، براہوئی اور پشتو ادب پر اقبال کے اثرات کا اجمالی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

بلوچی ادب کی بات کی جائے تو اقبال سے قبل صرف درجن بھر کتب ہی اشاعت کے مراحل سے گزر کر قارئینِ ادب تک پہنچیں تھیں۔ اس کی بنیادی وجہ یہ کہ بلوچستان ایک دور دراز علاقہ ہے جہاں عرصہ دراز تک چھاپہ خانہ قائم نہ ہوسکا پھر ابتداء ہی سے بلوچی شاعری کی روایت سینہ بہ سینہ چلتی ہوئی ملتی ہے جو مختلف لوگوں کے حافظے میں محفوظ رہی تا وقتیکہ اسے شائع کیا گیا اس لئے کہا جاتا ہے کہ بلوچی شاعری کا ایک معتد بہ حصہ شائع نہ ہوسکنے کے باعث ضائع ہو چکا ہے۔

اوپر کی سطور میں جن درجن بھر کتب کا ذکر ہوا وہ بھی زیادہ تر ابتدائی گرائمر کی کتب ہیں یا پھر قدیم بلوچی شاعری کا اولین ذخیرہ ہے جو کہ دست بردِ زمانہ ہونے سے محفوظ رہا۔ اس زمانے کی شاعری میں بلوچ سماج کا عکس، قبائلی جنگوں کا حال عامیانہ وارداتِ عشق، محبوب کی حسن و جمال اور سراپا کا بیان بلوچی شاعری کے بنیادی موضوعات قرار پاتے ہیں۔ جبکہ اقبال کے بعد تخلیق ہونے والے بلوچی ادب پر فکرِ اقبال کی گہری چھاپ ہے اور یہ ادب زیادہ جاندار، زندگی کی توانائیوں سے بھرپور، فکر و فلسفہ سے مملو اور انقلاب کا نقیب بن کر سامنے آتا ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کے بلوچوں نے اقبال سے متاثر ہو کر اپنے بچوں کے نام بھی اقبال رکھنا شروع کر دیئے۔ ورنہ اس سے پہلے اقبال نام رکھنے کا رواج بھی ان کے ہاں نہ تھا۔ ساتھ ہی مختلف بلوچ شعراء نے اقبال، شاہین، راز، باز اور جاوید سے الفاظ کو تخلص کے طور پر اپنایا۔ جبکہ اقبال کی وضع کردہ لفظیات و تراکیب، تشبیہات و تلمیحات بھی عموماً بلوچی نظم و نثر کا حصہ بنیں۔ مثلاً تخت سکندر، عرش و کرسی و ثریا، ماہ و کوکب، برق و رعد، ابرو باراں، شیر و شاہین، زاگ و کرگس (زاغ و کرگس) بوم و شغال (بوم و شغال) بادوا خاک، آب و آتش، شمس تاباں، مور و مار، امروز و فردا اور لایزال وغیرہ ان میں چند ایک ہیں۔ اقبال کی نظم طلوعِ اسلام کا ایک شعر ہے۔

خدائے لم یزل کا دستِ قدرت تو زباں تو ہے
یقین پیدا کر اے غافل کہ مغلوبِ گماں تو ہے

یہی ترکیب لم یزل ہمیں بلوچی شاعر مولوی عبدالغفور دُرخانی کے کلام میں بھی ملتی ہے۔ اس طرح خودی کا لفظ اور تصور بھی بلوچی ادب کو اقبال کی دین ہے۔ اگر یہ فارسی اثرات کا نتیجہ ہوتا تو یہ لفظ غرور و تکبر کے معنی میں استعمال ہوتا جیسا کہ فارسی میں مستعمل ہے۔ مگر جدید بلوچی شاعری میں یہ لفظ خودداری، خودشناسی، غیرت اور اپنی ذات سے آگاہ ہونے کے معنوں میں استعمال ہوتا نظر آتا ہے۔[۲۰] جو اقبال کا مطمعِ نظر ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ بلوچی میں کلام اقبال کے منظوم تراجم کا سلسلہ بھی جای ہے۔ اقبال کے کئی اشعار رباعیات، نظمیں جبکہ "بالِ جبریل" کو پورا بلوچی میں منظوم ترجمہ کیا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہ سارا کام غیر معمولی دلچسپی، عقیدت اور محبت، علمِ زبان اور سخت محنت کے بغیر انجام نہیں پاسکتا۔ اس سارے کام سے بلوچی ادباء و شعراء کا علامہ اقبال سے عقیدت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اقبال کی مشہور نظم "بڈھے بلوچ کی نصیحت بیٹے کو" بلوچی میں دو بار ترجمہ کی جاچکی ہے۔ ایک بار ملک محمد رمضان بلوچ نے جبکہ دوسری بار ملک محمد طوقی نے کی۔ ملک محمد رمضان ہی نے اقبال کی "بال جبریل" کو بلوچی کا پیراہن پہنایا جبکہ غوث بخش صابر نے کلام اقبال بلوچی میں ترجمہ کر کے "دوشیگیں کیف" (سرودِ رفتہ) کے نام سے شائع کیا۔[۲۱] بلوچی کے وہ شعراء جن پر فکرِ اقبال کی چھاپ نمایاں ہے ان میں خدائے رحیم بے تاب، ملک محمد رمضان، محمد حسین عنقا، میر گل خان نصیر، سید ظہور ہاشمی، احمد زہیر، مراد ساحر، کریم دشتی، ملک محمد طوقی، غنی پرواز اور بشیر بیدار شامل ہیں۔ ان شعراء کے کلام میں اقبال کے

لب و لہجے اور موضوعات کی بازگشت صاف سُنائی دیتی ہے۔ جبکہ جدید بلوچی نثر میں زورِکلام پیدا کرنے کیلئے اقبال کے فارسی اور اردو اشعار کا استعمال بکثرت کیا جاتا ہے۔ جس سے ایک طرف بلوچی نثر کا اقبال سے متاثر ہونا واضح ہوتا ہے جس کا اظہار بلوچی نثر میں اقبال کی لفظیات کے استعمال سے بھی ہوتا ہے۔ ساتھ یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ دیگر زبانوں کے ادیبوں کی طرح بلوچی ادیب بھی خود کو فکرِ اقبال سے قریب تر سمجھتا ہے۔ بلوچی میں اقبال پر مختلف تنقیدی مقالات بھی تحریر کیے گئے ہیں۔ جبکہ میر مٹھا خان مری نے بلوچی میں سب سے پہلے اقبال کی زندگی کے مختلف گوشوں اور ان کی فکر کے مختلف پہلوؤں کو اپنی کتاب "درگال اقبال" میں موضوع بنایا ہے۔ (۲۲) جبکہ غوث بخش صابر کا اقبال سے متعلق مقالات کا مجموعہ "لعل ءُ لقا" (اقبال زندء فکر) کے نام سے منظر عام پر آیا۔ جس میں علامہ اقبال کی زندگی اور فکر کو موضوع بنایا گیا ہے۔ (۲۳) بلوچی میں اقبال کے فن و فکر اور زندگی پر شائع ہونے والی ابتدائی کتابوں کی وجہ سے ان کتابوں کی کمزوریاں اور خامیاں نظر انداز کی جانی چاہییں۔ ان کتابوں کی افادیت یہ ہے کہ ان کی بدولت بلوچ طلبہ کو اقبال اور فکر اقبال سے آگاہ ہونے میں مدد ملی ہے۔ چونکہ بلوچوں کی بڑی تعداد اردو پڑھ لکھ نہیں سکتی لہٰذا ان کتابوں سے عام بلوچ قارئین کی ایک بڑی تعداد اقبال سے روشناس ہوئی۔ لہٰذا تنقیدی زاویے سے مختلف خامیاں رکھنے کے باوجود یہ کتب خاصی اہمیت رکھتی ہیں۔ امید کی جاسکتی ہے کہ مستقبل میں بلوچی میں اقبال پر خاص توجہ دی جائے گی اور بلوچی میں اقبال پر خاطر خواہ مواد نہ ملنے کی کمی پوری ہوگی۔ اس سلسلے میں جامعہ بلوچستان کے شعبہ بلوچی زبان و ادب کی خاصی اہمیت ہے کہ وہ اس بارے اہم خدمات انجام دے سکتا ہے۔ اگر یہاں ایم اے بلوچی اور بلوچی میں ایم فل کرنے والے طلبہ، اس پہلو پر توجہ دیں تو وہ قابل ذکر کام انجام دے سکتے ہیں۔ جس سے نہ صرف بلوچی میں تفہیمِ اقبال کا کام آگے بڑھے گا بلکہ اس سے بلوچی زبان کا دامن بھی وسیع ہوگا یہ مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے اگر شعبہ بلوچی کے اساتذہ اس طرف اپنی توجہ مرکوز کریں۔

براہوئی برصغیر کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک زبان ہے۔ بعض ماہرین لسانیات نے اس کا شمار زبانوں کے دراوڑی خاندان میں کیا ہے۔ قدیم زبان ہونے کے باوجود براہوئی ادب ہنوز ترقی کے مختلف مدراج سے گزر رہا ہے۔ براہوئی زبان میں شاعری کی روایت خاصی قدیم ہے لیکن اس کی ابتدائی آثار بھی بلوچی شاعری کی طرح دست بردِ زمانہ ہو چکے ہیں۔ اسلئے موجودہ براہوئی ادب کی عمر زیادہ نہیں جبکہ براہوئی میں پہلا ادبی ذخیرہ بھی مذہبی ادب پر مشتمل ہے۔ جسمیں مذہبی تعلیمات اور نصائح ملتی ہیں۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ براہوئی ادب نے خاصی ترقی کی ہے اور اس میں غزل، نظم، نظم آزاد، ناول، افسانہ، ڈرامہ اور سفرنامہ قریباً ہر صنف میں معیاری ادب تخلیق ہونے لگا ہے۔ جبکہ براہوئی کی قدیم اصناف برناز نا اور ڈیہی جو صرف اس زبان سے مخصوص ہیں بھی بدستور زندہ ہیں۔ اور شعراء ان اصناف میں بھی طبع آزمائی کر رہے یں۔ براہوئی جدید ادب میں فکرِ اقبال کے اثرات صاف محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ خصوصاً جدید شعراء کو انقلابی لہجے سے اقبال ہی نے روشناس کرایا جدید براہوئی شعراء نے فن و فکرِ اقبال کی بخوبی تقلید کی ہے۔ براہوئی زبان میں جہاں ایک طرف کلام اقبال کا منظوم ترجمہ کیا گیا ہے وہاں اقبال پر مضامین لکھنے کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ جس سے براہوئی زبان و ادب کا عام قاری فکرِ اقبال سے آشنا ہوتا ہے۔ اقبال کی مختلف نظموں کو براہوئی کے پیرہن ہیں ڈھالا جا چکا ہے۔ اقبال کی معروف نظموں "شکوہ اور جوابِ شکوہ" کو سب سے پہلے مرزا ظفر نے ۱۹۶۵ء میں براہوئی میں ترجمہ کیا تھا۔ (۲۴) اس کے بعد براہوئی میں کلام اقبال کے مزید تراجم ہوئے۔ پیر محمد زبیرانی جو براہوئی کے معروف شاعر ہیں نے اقبال کی تصنیف "ارمغان حجاز" کو براہوئی زبان میں منظوم ترجمہ کیا ہے جو ابھی تک شائع نہیں ہوسکا جبکہ افضل مراد نے اقبال کی بیس ۲۰ غزلوں کو براہوئی میں ترجمہ کیا ہے۔ پیر محمد زبیرانی، اسحاق سوز، نادر قمبرانی، افضل مراد اور دیگر نوجوان شعراء اقبال سے خاصے متاثر نظر آتے ہیں جس کا اظہار ان شعراء کی شاعری میں ہوتا ہے۔ جبکہ براہوئی زبان میں علامہ اقبال پر مختلف کتابیں تحریر کی گئی ہیں جن کی تفصیل ذیل میں ہے۔

۱۔	علامہ اقبال ناشعری نارنگ براہوئی شاعری ٹی	ظفر مرزا ۱۹۷۷
۲۔	علامہ محمد اقبال	عبدالرحمان براہوئی ۱۹۷۸
۳۔	ای ءُ اقبال (میں اور اقبال)	وحید زہیر ۱۹۸۸
۴۔	اقبال اور ورناک (اقبال اور نوجوان)	میر صلاح الدین مینگل ۱۹۹۵
۵۔	اقبال ءُ اسلام (اقبال اور اسلام)	عبدالقیوم سوسن براہوئی ۱۹۹۹

پشتو وہ زبان ہے جس میں علامہ اقبال کی ساری کتابوں کو منظوم ترجمے میں ڈھالا جا چکا ہے مگر کلام اقبال کو پشتو میں ترجمہ کرنے کا یہ سارا گراں قدر کام صوبہ سرحد (خیبر پختونخواہ) میں ہوا ہے اور وہاں کے شعراء نے ہی یہ کارنامہ سرانجام دیا۔ تاہم ان تراجم سے بلوچستان کے پشتون شعراء و ادباء اور عام قارئین نے یکساں استفادہ کیا ہے۔ اور یہاں یہ تراجم خاصے مقبول ہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ خود علامہ اقبال کو افغانوں سے ایک خاص تعلق تھا اور ان کا ذکر اقبال کے کلام میں بھی ملتا ہے۔ مثلاً خوشحال خان خٹک، جمال الدین افغانی، نادر شاہ، امیر امان اللہ وہ شخصیات ہیں جن کی تعریف اقبال کے ہاں ملتی ہے۔ اور اقبال کی ایک معروف نظم "محراب گل افغان کے افکار" ہے جس میں وہ انسانوں کو آزادی، حریت فکر، جوان مردی اور عالی ہمتی کی تعلیم دیتے ہیں۔ لہٰذا پشتون ادیبوں نے علامہ اقبال کی تصانیف کے منظوم تراجم سے گویا ان سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے جبکہ دیگر زبانوں کے شعراء کی طرح پشتون شعراء نے بھی فکرِ اقبال سے خاصا فیض حاصل کیا ہے۔ چنانچہ ان کی شاعری میں اقبال کے لہجے کی بازگشت صاف سنی جا سکتی ہے۔ جن پشتون شعراء پر اقبال کے اثرات مرتب ہوئے ان میں ابو الخیر زلاند، محمد صمیم، امیر حمزہ شنواری، حافظ خان محمد، راحت زاخیلی، سید رسول رسا، سلطان محمد صابر، ۔ سمندر خان سمندر، شیر علی خان، جبکہ بلوچستان کے پشتون شعراء عابد شاہ عابد، رب نواز مائل، علی کمیل قزلباش، درویش درانی، عبدالرؤف رفیقی، عبدالسلام اچکزئی، فضل احمد غر او قلندر اچکزئی شامل ہیں۔ اقبال کے زیر اثر پشتو شاعری میں فلسفہءِ توحید، فلسفہ خودی اور اتحاد ملت جیسے اہم مضامین جگہ پانے لگے۔

بلوچستان میں اقبال پر مضامین اور تصانیف کے علاوہ فکر اقبال کے مختلف پہلوؤں اور اقبال اور دیگر زبانوں کے ادب پر اسکے اثرات جیسے اہم موضوعات پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے تحقیقی مقالے بھی لکھے جا رہے ہیں۔ جبکہ بلوچستان یونیورسٹی کے ایم اے اردو کے نصاب میں مطالعہ اقبال کا ایک الگ پرچہ ہے۔ جس سے اردو کے طلبہ کو فکر و فنِ اقبال سے روشناس ہونے کا صحیح موقع ملتا ہے۔ بلوچستان کے جن محققین نے مختلف جامعات سے علامہ اقبال پر ایم فل، اور پی ایچ ڈی کی سطح کے تحقیقی مقالے لکھ کر یہ اعلیٰ اسناد حاصل کی ہیں۔ ان کے ناموں اور موضوعات کی تفصیل درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	موضوع مقالہ	مقالہ نگار	نگران	ڈگری	سال	یونیورسٹی
۱۔	بلوچستان میں اقبالیات،	امین الحق	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	ایم فل	1992	علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد
۲۔	علامہ اقبال کی مستقبل شناسی	پروفیسر غلام یاسین	ڈاکٹر محمد یوسف بخاری	ایم فل	1995	ایضاً
۳۔	اقبال اور زرعی معاشیات	پروفیسر اجمل صدیقی		ایم فل	1995	ایضاً
۴۔	خواجہ عبدالحمید عرفانی بحیثیت اقبال شناس	امان اللہ	ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی	ایم فل	1996	ایضاً

۵۔	بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات	غلام مجاہد قیصرانی	ڈاکٹر انعام الحق کوثر	ایم فل	1996	ایضاً
۶۔	پستون شاعری پر اقبال کے اثرات	عبدالرؤف رفیقی	ایضاً	ایم فل	1997	ایضاً
۷۔	افغانستان میں اقبال شناسی کی روایت	ڈاکٹر عبدالرؤف رفیقی	ایضاً	پی ایچ ڈی	2003	ایضاً
۸۔	مطالعہ تطبیقی علامہ اقبال لاہوری	ڈاکٹر علی کمیل قزلباش	ڈاکٹر علی الخندی	پی ایچ ڈی	2005	ایضاً

جبکہ پاکستان کے دیگر صوبوں کی طرح بلوچستان میں بھی ہر سال یومِ اقبال نہایت عقیدت واحترام سے منایا جاتا ہے۔ جس میں اساتذہ اور طلبہ کی ایک بڑی تعداد شریک ہوتی ہے۔ اقبال کے مختلف مصروں کے حوالے سے طلبہ تقریری مقابلوں میں حصہ لیتے ہیں۔ جن میں اول، دوئم اور سوئم آنے والے طلبہ کو انعام دیا جاتا ہے۔ جبکہ "بزم اقبال کوئٹہ" کے تحت مزاکرے، سیمینار اور اجلاس منعقد کیے جاتے ہیں۔ فکرِ اقبال کی تفہیم کے لئے پاکستان بھر کے دانشوروں اور ماہرین اقبالیات کو خصوصی طور پر مدعو کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اقبال میموریل ہال تعمیر کیا گیا ہے۔ جسمیں دیگر ادبی اجلاس کے ساتھ ساتھ اقبال کے حوالے سے خصوصی سیمینار منعقد کیے جاتے ہیں۔ اس سے اقبال کے قارئین اور مداحین کو ایک پلیٹ فارم مہیا ہو گیا ہے۔ جہاں ان کے ابی ذوق کی تسکین ہوتی ہے۔ جبکہ کوئٹہ میں اقبال لائبریری بھی قائم کی گئی ہے۔ جس سے طلبہ اساتذہ اور عام قارئین یکساں مستفید ہوتے ہیں۔ اسکے علاوہ خانہ فرہنگ ایران کوئٹہ اور جامعہ بلوچستان کے شعبہ اردو کے تحت اوران دو اداروں کے باہمی اشتراک سے اقبال کے حوالے سے بھی سیمینار منعقد ہوتے ہیں۔ جبکہ مختلف قومی اخبارات جیسے جنگ، مشرق اور ایکسپریس نیوز وغیرہ اقبال پر خصوصی مطالعے شائع کرتے ہیں۔ جن میں ملک کے مایہ ناز ادیبوں کے مضامین شامل ہوتے ہیں۔

بلوچستان میں اقبال شناسی کے سفر کی یہ ایک مختصر روداد ہے۔ یہ سفر ابھی جاری ہے اور امید کی جاسکتی کہ آنے والے دور میں اس میں مزید اضافہ ہوگا تحقیق کے حوالے سے نئے محققین فکرِ اقبال کے نئے گوشے منور کریں گے اور نئے موضوعات کو اپنی تحقیق کا مرکز بنائینگے۔ جبکہ اردو کے علاوہ دیگر زبانوں کے ادیب اور محققین بھی اقبال پر خاص توجہ دین گے جس سے ان زبانوں کے طلبہ و قارئین کو تفہیم اقبال میں آسانی ہوگی اوران کی فکری راہنمائی ہوگی۔ حقیقت یہ ہے کہ اقبال ہمارا ایسا مشترکہ قومی، تہذیبی اور ادبی اثاثہ ہیں جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ پاکستان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کی مسلم اقوام اور ممالک اقبال کے بطور ایک مسلمان ادیب شاعر اور فلسفی ہونے پر ہمیشہ فخر کرتے رہیں گے۔

حوالہ جات

۱۔ ابنِ حنیف "سات دریاؤں کی سرزمین" لاہو فکشن ہاؤس، ۱۹۹۷ء، صفحہ ۲۹، ۳۰

۲۔ احمد، اعجاز، مظلوم اقبال

۳۔ کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر "علامہ اقبال اور بلوچستان" لاہور، بزم اقبال، ۲۰۰۸ء

۴۔ برنی، مظفر حسین سید" کلیات مکاتیب اقبال" جلد اول، دہلی، اردو اکادمی ۱۹۹۳ صفحہ ۳۸

۵۔ ایضاً

۶۔ کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر "علامہ اقبال اور بلوچستان" لاہور، بزم اقبال، ۲۰۰۸ء صفحہ ۲۵۱

۷۔ ایضاً

۸۔ احمد، کمال الدین، "صحافت وادیٔ بولان میں"

۹۔ کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر "علامہ اقبال اور بلوچستان" لاہور، بزم اقبال، ۲۰۰۸ء صفحہ ۵۳

۱۰۔ ایضاً

۱۱۔ مجاہد قاسم "بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات" تحقیقی مقالہ ایم فل، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

۱۲۔ بخاری، شوکت علی، سید، " کلیات اسد ملتانی" ملتان، سرائیکی ریسرچ سینٹر ۲۰۰۴ء

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ ایضاً

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ امان اللہ، "خواجہ عبدالحمید عرفانی بحیثیت اقبال شناس" تحقیقی مقالہ ایم فل، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام باد

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔ مجاہد قاسم "بلوچی ادب پر اقبال کے اثرات" تحقیقی مقالہ ایم فل، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی

۲۱۔ صابر، غوث بخش "دوشگیں کیف (سرور رفتہ) ترجمہ کلام اقبال، کوئٹہ ۱۹۸۶ء

۲۲۔ مری، مٹھا خان "درگال اقبال" ۱۹۷۷

۲۳۔ صابر، غوث بخش، "لعل ءلقا (اقبال زند ءفکر)" ۱۹۹۶

۲۴۔ کوثر، انعام الحق، ڈاکٹر "علامہ اقبال اور بلوچستان" لاہور، بزم اقبال، ۲۰۰۸ء